بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مصلح موعودؓ کا ذوق عبادت

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (الذٰریٰت۔ 51)

ترجمہ: اور میں نے جن وانس کو پیدا نہیں کیا مگر اس غرض سے کہ وہ میری عبادت کریں۔

سامعین کرام! تخلیق انسانی کا مندرجہ بالا آیت کی روشنی میں مقصد عبادت الہی ہے۔ لیکن سب سے پہلے اس بات کو سمجھنا ضروری ہے کہ عبادت الٰہیہ کی حقیقت کیا ہے اور اسلامی عبادت کی کیا فلاسفی ہے۔ خاکسار سب سے پہلے حضرت مصلح موعودؓ ہی کے بابرکت الفاظ میں عبادت الٰہیہ کی ماہیت اور فلاسفی بیان کرتا ہے۔ آپؓ بیان فرماتے ہیں:

"عبادت الٰہیہ کیا چیز ہے اور نیکی کی صحیح تعریف کیا ہے اس بارہ میں یورپ میں بڑی بڑی بحثیں ہوئی ہیں۔ یورپ کے فلاسفروں نے اس موضوع پر دو دو، تین تین، چار چار جلدوں میں کتابیں لکھیں ہیں اور بڑی بڑی لمبی بحثیں کرنے کے بعد انہوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ نیکی وہ ہے جس سے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو فائدہ پہنچے۔ مگر ہر تعریف جو انہوں نے کی ہے اس پر کوئی نہ کوئی اعتراض پڑتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ صرف ایک تعریف ہے جس کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ وہ نیکی کی صحیح تعریف ہے اور وہی اکیلی تعریف ہے جس کے بغیر کوئی تعریف نہیں اور وہ تعریف جس کا قرآن کریم سے بھی پتہ چلتا ہے یہ ہے کہ نیکی کہتے ہیں خدا تعالیٰ کی تصویر کا انعکاس اپنے اندر لے لینے کو۔ تعبد کے معنے ہوتے ہیں نشان لے لینا۔ یہی ایک صحیح ترین تعریف ہے اور اس کے سوا اور کوئی تعریف نہیں۔ جو شخص خدا تعالیٰ کو نہیں مانتا اسے ہم پہلے خدا تعالیٰ کے وجود کا قائل کریں گے۔ لیکن جب وہ قائل ہو جائے گا تو اسے ماننا پڑے گا کہ اگر کامل اور بے عیب وجود خدا تعالیٰ کا ہے تو نیکی سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ ہم اس بے عیب اور کامل ذات کا عکس اپنے اندر پیدا کر لیں اور اس کی تصویر بن جائیں۔ جب کوئی شخص خدا تعالیٰ کی صفات کا عکس اپنے اندر لے لیگا تو وہ تمام دنیا سے حسن سلوک کرنے لگ جائے گا اور اس کا رحم دوست اور دشمن سب پر وسیع ہو گا کیونکہ خدا تعالیٰ کے نزدیک سب اس کے بندے ہیں۔"

(تفسیر کبیر جلد دہم صفحہ 175)

سامعین کرام! جب ہم حضرت مصلح موعودؓ کی زندگی پر ایک نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں آپ زمانہ طفولیت سے عالم شباب تک اور عالم شباب سے بڑھاپے کی عمر تک بلکہ زندگی کے آخری دم تک آپ

ایک عظیم الشان اور حقیقی عابد نظر آتے ہیں۔ جس کی گواہی آپؓ کی ہمشیرہ صاحبہ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبؓ ان الفاظ میں دیتی ہیں کہ:

گریہ یعقوب نصف شب خدا کے سامنے صبر ایوبی برائے خلق باخندہ جبیں

صرف کر ڈالیں خدا کی راہ میں سب طاقتیں جان کی بازی لگا دی قول پر ہارا نہیں

(درعدن صفحہ نمبر 69)

آپؓ کے بچپن ہی سے عبادت الٰہیہ میں ذوق و شوق اور استغراق کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں:

"بچپن ہی سے آپ کو عبادت الٰہی کا شوق پیدا ہوا اور کم سنی ہی میں آپ نیم شبی عبادتوں کے عادی ہو گئے۔ متعدد روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نماز پنج وقتہ کے علاوہ تہجد کی نماز بھی بالالتزام ادا کیا کرتے تھے اور نماز کی ادائیگی محض رسمی اور ظاہری نہ تھی بلکہ بڑے خشوع و خضوع اور سوز و گداز کی حامل ہوا کرتی تھی۔ ایک بچے یا نوجوان کا نمازوں میں گریہ زاری کرنا اور سجدوں میں دیر تک پڑے رہنا یقیناً بڑوں کے لئے باعث تعجب ہوتا ہے۔ خصوصاً اس وقت جبکہ ایسے بچے کو کوئی ظاہری صدمہ نہ پہنچا ہو اور فکر کی کوئی دوسری وجہ بھی نظر نہ آئے یہ تعجب اور بھی بڑھ جاتا ہے اور دل میں سوال اٹھتا ہے کہ آخر اس بچے پر کیا بیتی ہے جو راتوں کو چھپ چھپ کر اٹھتا اور بلک بلک کر اپنے رب کے حضور روتے ہوئے اپنے معصوم آنسوؤں سے سجدہ گاہ کو تر کر دیتا ہے!

یہی تعجب شیخ غلام احمد صاحب واعظ رضی اللہ عنہ کے دل میں بھی پیدا ہوا جو ایک نو مسلم تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر اسلام میں داخل ہوئے تھے اور اخلاص اور ایمان میں ایسی ترقی کی کہ نہایت عابد و زاہد اور صاحب کشف والہام بزرگوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ:

"ایک دفعہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ آج کی رات مسجد مبارک میں گزاروں گا اور تنہائی میں اپنے مولا سے جو چاہوں گا مانگوں گا۔ مگر جب میں مسجد میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص سجدے میں پڑا ہوا ہے اور الحاح سے دعا کر رہا ہے۔ اس کے اس الحاح کی وجہ سے میں نماز بھی نہ پڑھ سکا۔ اور اس شخص کی دعا کا اثر مجھ پر بھی طاری ہو گیا۔ اور میں بھی دعا میں محو ہو گیا، اور میں نے دعا کی کہ یا الٰہی! یہ شخص تیرے حضور سے جو کچھ بھی مانگ رہا ہے وہ اس کو دے دے اور میں کھڑا کھڑا تھک گیا کہ یہ شخص سر اٹھائے تو معلوم کروں کہ کون ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھ سے پہلے وہ کتنی دیر سے آئے ہوئے تھے مگر جب آپ نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت میاں محمود احمد صاحب ہیں۔ میں نے السلام علیکم کہا اور مصافحہ کیا اور پوچھا میاں! آج اللہ تعالیٰ سے کیا

کچھ لے لیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو یہی مانگا ہے کہ الٰہی! مجھے میری آنکھوں سے اسلام کو زندہ کر کے دکھا اور یہ کہہ کر آپ اندر تشریف لے گئے۔“

(الفضل16 فروری1968)

(سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ150۔151)

اسی طرح حضرت مفتی محمد صادق صاحب ؓ بھی جو آپ کے بچپن کے اساتذہ میں سے تھے اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

”چونکہ عاجز نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت 1890ء کے آخیر میں کر لی تھی اور اس وقت سے ہمیشہ آمد و رفت کا سلسلہ متواتر جاری رہا۔ میں حضرت اولوالعزم مرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ تعالیٰ کو ان کے بچپن سے دیکھ رہا ہوں کہ کس طرح ہمیشہ ان کی عادت حیا اور شرافت اور صداقت اور دین کی طرف متوجہ ہونے کی تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دینی کاموں میں بچپن سے ہی ان کو شوق تھا۔ نمازوں میں اکثر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ جامع مسجد میں جاتے اور خطبہ سنتے۔ ایک دفعہ مجھے یاد ہے جب آپ کی عمر دس سال کے قریب ہو گی۔ آپ مسجد اقصیٰ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ نماز میں کھڑے تھے اور پھر سجدہ میں بہت رو رہے تھے۔ بچپن سے ہی آپ کو فطرۃً اللہ کے ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ خاص تعلق محبت تھا۔“

(الفضل20 جنوری1928)

(سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ116۔117)

اپنے کرم سے بخش دے میرے خدا مجھے بیمار عشق ہوں تیرا دے تو شفا مجھے

بے کس نواز ذات ہے تیری ہی اے خدا آتا نظر نہیں کوئی تیرے سوا مجھے

تیری رضا کا ہوں میں طلب گار ہر گھڑی گر یہ ملے تو جانوں کے سب کچھ ملا مجھے

موسیٰ کے ساتھ تیری رہیں لن ترانیاں زنہار میں نہ مانوں گا چہرہ دکھا مجھے

(کلام محمود صفحہ 1)

بچپن کے زمانے میں آپ نے نماز کی پابندی کا جو پختہ عزم اور عہد کیا اس کے بارے میں آپ رضہ اللہ تعالیٰ عنہ خود بیان فرماتے ہیں:

"جب میں گیارہ سال کا ہوا اور 1900ء نے دنیا میں قدم رکھا تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں خدا تعالیٰ پر کیوں ایمان لاتا ہوں، اس کے وجود کا کیا ثبوت ہے؟ میں دیر تک رات کے وقت اس مسئلہ پر سوچتا رہا۔ آخر دس گیارہ بجے میرے دل نے فیصلہ کیا کہ ہاں ایک خدا ہے۔

وہ گھڑی میرے لئے کیسی خوشی کی گھڑی تھی جس طرح ایک بچے کو اس کی ماں مل جائے تو اسے خوشی ہوتی ہے اسی طرح مجھے خوشی تھی کہ میرا پیدا کرنے والا مجھے مل گیا۔ سماعی ایمان علمی ایمان سے تبدیل ہو گیا۔ میں اپنے جامہ میں پھولا نہیں سماتا تھا۔ میں نے اسی وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور ایک عرصہ تک کرتا رہا کہ خدایا! مجھے تیری ذات کے متعلق کبھی شک پیدا نہ ہو۔ اس وقت میں گیارہ سال کا تھا۔۔۔۔ مگر آج بھی اس دعا کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ میں آج بھی یہ کہتا ہوں "خدایا تیری ذات کے متعلق مجھے کبھی شک پیدا نہ ہو۔ ہاں اس وقت میں بچہ تھا۔ اب مجھے زائد تجربہ ہے۔ اب میں اس قدر زیادتی کرتا ہوں کہ خدایا مجھے تیری ذات کے متعلق حق الیقین پیدا ہو۔

جب میرے دل میں خیالات کی وہ موجیں پیدا ہونی شروع ہوئیں جن کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے تو ایک دن ضحیٰ کے وقت یا اشراق کے وقت میں نے وضو کیا اور وہ جبہ اس وجہ سے نہیں کہ خوبصورت ہے بلکہ اس وجہ سے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہے اور متبرک ہے یہ پہلا احساس میرے دل میں خدا تعالیٰ کے فرستادہ کے مقدس ہونے کا تھا، پہن لیا تب میں نے اس کوٹھڑی کا جن میں میں رہتا تھا دروازہ بند کر لیا اور ایک کپڑا بچھا کر نماز پڑھنی شروع کی اور میں اس میں خوب رویا خوب رویا، اور خوب رویا اور اقرار کیا کہ اب نماز کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ اس گیارہ سال کی عمر میں مجھ میں کیسا عزم تھا! اس اقرار کے بعد میں نے کبھی نماز نہیں چھوڑی گو اس نماز کے بعد کئی سال بچپن کے ابھی باقی تھے میرا وہ عزم میرے آج کے ارادوں کو شرماتا ہے۔ مجھے نہیں معلوم میں کیوں رویا۔ فلسفی کہے گا۔ اعصابی کمزوری کا نتیجہ ہے۔ مذہبی کہے گا تقویٰ کا جذبہ تھا مگر میں جس سے یہ واقعہ گزرا کہتا ہوں، مجھے معلوم نہیں میں کیوں رویا؟ ہاں یہ یاد ہے کہ اس وقت میں اس امر کا اقرار کرتا تھا کہ پھر کبھی نماز نہیں چھوڑوں گا۔ اور وہ رونا کیسا بابرکت ہوا! اور وہ افسردگی کیسی راحت بن گئی! جب اس کا خیال کرتا ہوں تو سمجھتا ہوں کہ وہ آنسو ہسٹیریا کے دورہ کا نتیجہ نہ تھے۔ پھر وہ کیا تھے؟ میرا خیال ہے وہ شمسِ روحانی کی گرم کر دینے والی کرنوں کا گایا ہوا پسینہ تھے۔ وہ مسیح موعود علیہ السلام کے کسی فقرہ یا کسی نظر کا نتیجہ تھے اگر یہ نہیں تو میں نہیں کہہ سکتا کہ پھر وہ کیا تھے؟"

(الحکم جوبلی نمبر دسمبر 1939)(سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ 96-97-98)

بتاؤں تمہیں کیا کہ کیا چاہتا ہوں ہوں بندہ مگر میں خدا چاہتا ہوں

میں اپنے سیاہ خانہ دل کی خاطر وفاؤں کے خالق وفا چاہتا ہوں

وہی خاک جس سے بنا میرا اپتلا میں اس خاک کو دیکھنا چاہتا ہوں

دکھائے جو ہر دم تیرا حسن مجھ کو میری جاں میں وہ آئینہ چاہتا ہوں

(کلام محمود صفحہ 209)

صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ایک چشمدید ایمان افروز واقعہ کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

''کہ ایک دفعہ میں رات کو سویا ہوا تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ کی باری ام ناصر کے ہاں تھی۔ آدھی رات کو اچانک بڑے ہی دردناک رونے کی آواز سے میری آنکھ کھل گئی۔ میں خوف سے سہم گیا کہ خدایا کیا ہوا؟ کیونکہ کسی کے رونے کی بڑی دردناک آواز آرہی تھی۔ کچھ دیر بعد مجھے اندازہ ہوا کہ یہ تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی آواز ہے۔ تب میں نے دیکھا کہ آپ تہجد کی نماز ادا کر رہے تھے اور بڑے ہی کرب سے درد اور الحاح سے دعا کر رہے تھے اور ایسے رو رہے تھے جیسے ہنڈیا ابل رہی ہو۔

صاحبزادہ صاحب فرمانے لگے کہ بلا مبالغہ میں آدھ گھنٹہ تک جاگتا رہا اور حضور اتنے درد سے رو رو کر ایک ہی فقرہ ''اھدنا الصراط المستقیم'' بار بار دہرا رہے تھے۔''

(ماہنامہ خالد فروری 1991ء صفحہ 11)

(ماہنامہ انصار اللہ حضرت مصلح موعود نمبر مئی، جون، جولائی 2009ء صفحہ 784-785)

مؤلف سوانح فضل عمر جلد پنجم تحریر کرتے ہیں:

”حضرت فضل عمر ابتدائی عمر سے ہی حدیث نبوی شابٌ نشأ فی عبادۃ ربہ (وہ نوجوان جو خدا کی عبادت میں پروان چڑھا) کی مجسم تفسیر و تشریح تھے۔ قرآن مجید میں تفکر و تدبر، عبادات میں شغف و انہماک، عقیدت و محبتِ رسول ﷺ کی خوشبو آپ کی ہر حرکت و عمل سے ظاہر ہوتی۔ وہ لوگ جو آپ کو شروع سے جانتے تھے ان کی گواہی بھی یہی ہے۔ مکرم شیخ غلام احمد صاحب واعظ نو مسلم کا بیان ہے:

” مرزا محمود احمد صاحب کو باقاعدہ تہجد پڑھتے ہوئے دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ وہ بڑے بڑے لمبے سجدے کرتے ہیں۔“

مکرم شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی نے بھی آپ کو تہجد کی نماز میں لمبے لمبے سجدے اور خشوع و خصوع سے دعائیں کرتے ہوئے دیکھا تو ان کے دل میں ایک عجیب سوال پیدا ہوا۔ مکرم شیخ صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

”آپ کے اس جوانی کے عالم میں جب کہ ہر طرح کی سہولت اپنے گھر میں حاصل ہے، زمینداری بھی ہے، اور ایک شاہانہ قسم کی زندگی بطور صاحبزادہ، شہزادہ بسر کر رہے ہیں تو میرے دل میں سوال پیدا ہوا کہ آپ کو کس ضرورت نے مجبور کیا ہے کہ وہ تہجد میں آکر لمبی لمبی دعائیں کریں۔ یہ بات میرے دل میں بار بار یہ سوال پیدا کرتی تھی لیکن حضرت ممدوح سے پوچھنے کی جرأت نہ پاتے تھے، لیکن ایک دن انہوں نے جرأت کر کے آپ سے جبکہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح اول کی صحبت سے اٹھ کر اپنے گھر کو جا رہے تھے راستے میں السلام علیکم کر کے روک لیا اور اپنی طرف متوجہ کر لیا اور نہایت عاجزی سے حضرت میاں صاحب کی خدمت میں معافی مانگ کر پوچھا کہ وہ مقصد جس کے لئے آپ تہجد میں لمبی لمبی دعائیں کرتے ہیں وہ کیا ہے؟ اور نیز عرض کیا کہ میں بھی اس غرض کے لئے دعا کرونگا تا کہ وہ غرض آپ کو حاصل ہو جائے۔ اس کے جواب میں حضرت ممدوح نے مسکرا کر فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس بات کی دعا کرتے ہیں کہ خدا کے راستے میں جو انہوں نے کام کرنا ہے اس کے لئے انہیں مخلص دوست اور مددگار میسر آجائیں۔“

(غیر مطبوعہ ریکارڈ فضل عمر فاؤنڈیشن)

سیر و تفریح کے وقت بھی آپ کا دھیان عبادت کی طرف رہا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بارہ میں خود بیان فرماتے ہیں:

”ایک دفعہ میں دہلی گیا ہوا تھا۔ میری مرحومہ بیوی سارہ بیگم اور میری لڑکی عزیزہ ناصرہ بیگم نے امتحان پاس کیا تھا اور میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ امتحان پاس کرنے کے بعد میں تمہیں آگرہ اور دہلی وغیرہ کی سیر کراؤں گا۔ میں انہیں دہلی کا قلعہ دکھانے لے گیا جب سیر کرتے کرتے ہم قلعہ کی مسجد کے پاس پہنچے تو میں نے

اپنی بیوی اور بچی سے کہا کہ اب تو یہ قلعہ فوج کے قبضہ میں ہے۔نہ معلوم یہاں خدا تعالیٰ کا ذکر کبھی کسی نے کیا ہے یا نہیں آؤ ہم یہاں نماز پڑھ لیں۔ چنانچہ ہم نے وہاں پانی منگوایا وضو کیا اور نماز پڑھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
میں بہت دیر تک نماز میں مشغول رہا اور دعائیں کرتا رہا۔"

(الفضل 28 فروری 1943ء)

ایک نماز کے رہ جانے کے خیال سے جو حالت ہوئی اس سے پتہ چلتا ہے کہ عبادت کی طرف آپ کے انہماک کا کیا عالم تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں:

" مجھے یاد ہے چند سال ہوئے میں ایک دفعہ دفتر سے اٹھا تو مغرب کے قریب جب کہ سورج زرد ہو چکا تھا مجھے یہ وہم ہو گیا کہ آج مجھے کام میں مصروف رہنے کی وجہ سے عصر کی نماز پڑھنی یاد نہیں رہی۔ جب یہ خیال میرے دل میں آیا تو یکدم میرا سر چکرایا اور قریب تھا کہ اس شدت غم کی وجہ سے میں اس وقت گر کر مر جاتا کہ معاً اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے یاد آگیا کہ فلاں شخص نے مجھے نماز کے وقت آکر آواز دی تھی اس وقت میں نماز پڑھ رہا تھا۔ پس میں نماز پڑھ چکا ہوں لیکن اگر مجھے یہ بات یاد نہ آتی تو اس وقت مجھ پر اس غم کی وجہ سے جو کیفیت ایک سیکنڈ میں ہی طاری ہو گئی وہ ایسی تھی کہ میں سمجھتا تھا اب اس صدمہ کی وجہ سے میری جان نکل جائے گی۔ میرا سر یکدم چکرا گیا اور قریب تھا کہ میں زمین پر گر کر ہلاک ہو جاتا۔"

(الفضل 24 جنوری 1945ء صفحہ 2)(سوانح فضل عمر جلد پنجم صفحہ 59-60-61)

آپؓ خدا تعالیٰ کے ساتھ ایک زندہ تعلق قائم کرنے اور عبادات کے معیار کو بہتر سے بہتر بنانے کے بارے میں احباب جماعت کو یوں نصائح فرماتے ہیں:

"احمدیت ایک مذہب ہے کوئی سوسائٹی یا انجمن نہیں ہے، جو اپنے لئے چند قانون بنا کر باقی امور میں لوگوں کو آزاد چھوڑ دیتی ہے۔ بلکہ مذہب ہونے کے لحاظ سے اس کی بنیاد انسان اور خدا کے تعلق پر ہے۔ اگر احمدیت 'اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے تعلق کو قائم کرنے میں کامیاب ہو جائے' تو وہ کامیاب ہے۔ خواہ اس کے ماننے والوں کی تعداد کتنی ہی قلیل کیوں نہ ہو۔ اور اگر خدا اور اس کے بندوں کا تعلق قائم کرنے میں احمدیت کامیاب نہ ہو' تو خواہ ساری دنیا احمدی کیوں نہ ہو جائے احمدیت کامیاب نہیں کہلا سکتی۔ اور اللہ اور اس کے بندے کے تعلق کی پہلی نشانی بندے کے دل میں عبادت کی تڑپ کا پیدا کرنا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تڑپ لوگوں کے دلوں میں نہ ہو' تو اسکے یہ معنی ہوں گے کہ ان کے دلوں میں خدا تعالیٰ کی محبت نہیں ہے۔ اور دوسرے معنے اس کے یہ

ہوں گے کہ خدا تعالیٰ کے دل میں بھی ان کی محبت نہیں۔ میں نے متواتر جماعت کو توجہ دلائی ہے کہ نماز ایک ایسی چیز ہے جس کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انسان نماز نہ پڑھے' یا اس کو التزام کے ساتھ ادا کرنے میں غفلت سے کام لے' تو پھر بھی وہ مسلمان اور احمدی رہ سکتا ہے۔ بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کو چھوڑ دینے کی وجہ سے انسان کمزور کہلاتا ہے۔ مگر نماز ایسی چیز ہے کہ اس کو چھوڑ دینے کی وجہ سے وہ کچھ بھی نہیں کہلا سکتا۔ ایک شخص جو اپنے آپ کو احمدی کہتا ہے اور پھر نماز نہیں پڑھتا۔ اور نماز نہ پڑھنے کے یہی معنے نہیں کہ وہ کبھی نماز نہیں پڑھتا' بلکہ سال بھر میں اگر وہ ایک نماز بھی چھوڑ دیتا ہے یا دس سال میں وہ ایک نماز کو بھی ترک کر دیتا ہے' تو وہ کسی صورت میں احمدی نہیں کہلا سکتا۔ اگر اس کو یہ خیال ہو کہ میں نے بیس سال میں صرف ایک نماز چھوڑی ہے' تو پھر بھی وہ احمدی نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ جس وقت کوئی شخص کسی نماز کو چھوڑتا ہے اسی وقت وہ احمدیت سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور جب تک دوبارہ اس کے دل میں ندامت اور اپنے فعل پر افسوس پیدا نہ ہو' اور جب تک دوبارہ اس کے دل میں دین کی رغبت پیدا نہ ہو۔ اس وقت تک وہ خدا تعالیٰ کے حضور احمدی نہیں سمجھا جاتا۔"

(سبیل الرشاد جلد اول صفحہ 65)

اسی طرح ایک موقع پر آپؓ نے نوجوانان احمدیت کو یہ تحریک فرمائی کہ:

"وہ تقویٰ اور عبادت پر خاص زور دیں اور اتنی عبادت کریں کہ آسمان کے دروازے ان پر کھل جائیں اور ان پر الہام نازل ہونا شروع ہو جائے۔"

(خلفاء احمدیت کی تحریکات اور ان کے شیریں ثمرات صفحہ 43)

روتے روتے کٹ گئیں راتیں ذکر میں ہی بسر ہوئیں راتیں

جن میں ہوتا ہے وصلِ یار نصیب   ایسی بھی ہوتی ہیں کہیں راتیں

جن کو ہوتا ہے یار کا دیدار   ہیں انہیں کے لئے بنی راتیں

جن میں موقع ملے تہجد کا   ہوتی ہیں بس وہ بہتریں راتیں

سوتے سوتے میں جو گذر جائیں

وہی راتیں ہیں بدتریں راتیں

(کلام محمود صفحہ 271)

خاکسار اپنی گزارشات کا اختتام حضرت مصلح موعودؓ کی ایک تضرعانہ دعا کے ساتھ کرتا ہے۔ وہ دعا یہ ہے کہ:

"اے میرے مالک۔ میرے قادر خدا۔ میرے پیارے مولا۔ میرے راہنما۔ اے خالق ارض و سما۔ اے متصرف آب و ہوا۔ اے وہ خدا جس نے آدم سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک لاکھوں ھادیوں اور کروڑوں راہنماؤں کو دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجا۔ اے وہ علی وکبیر جس نے آنحضرت ﷺ جیسا عظیم الشان رسول مبعوث کیا۔ اے وہ رحمان جس نے مسیح سا رہنما آنحضرت ﷺ کے غلاموں میں پیدا کیا۔ اے نور کے پیدا کرنے والے۔ اے ظلمات کے مٹانے والے! تیرے حضور میں، ہاں صرف تیرے ہی حضور میں مجھ سا ذلیل بندہ جھکتا اور عاجزی کرتا ہے۔ کہ میری صدا سن، اور قبول کر۔ کیونکہ تیرے ہی وعدوں نے مجھے جرأت دلائی ہے کہ میں تیرے آگے کچھ عرض کرنے کی جرأت کروں۔ میں کچھ نہ تھا تو نے مجھے بنایا۔ میں عدم میں تھا تو مجھے وجود میں لایا۔ میری پرورش کے لئے اربعہ عناصر بنائے اور میری خبر گیری کے لئے انسان کو پیدا کیا۔ جب میں اپنی ضروریات کو بیان نہ کر سکتا تھا تو نے مجھ پر وہ انسان مقرر کئے جو میری فکر خود کرتے تھے۔ پھر مجھے ترقی دی اور میرے رزق کو وسیع کیا۔ اے میری جان! ہاں اے میری جان! تو نے آدم کو میرا باپ بننے کا حکم دیا اور حوا کو میری ماں مقرر کیا۔ اور اپنے غلاموں میں سے ایک غلام کو جو تیرے حضور عزت سے دیکھا جاتا تھا۔ اس لئے مقرر کیا کہ مجھ سے ناسمجھ اور نادان اور کم فہم انسان کے لئے تیرے دربار میں سفارش کرے۔ اور تیرے رحم کو میرے لئے حاصل کرے۔ میں گنہ گار تھا تو نے ستاری سے کام لیا۔ میں خطا کار تھا تو نے غفاری سے کام لیا۔ ہر ایک تکلیف اور دکھ میں میرا ساتھ دیا۔ جب کبھی مجھ پر مصیبت پڑی تو نے میرے مدد کی۔ اور جب کبھی میں گمراہ ہوا تو نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ باوجود میری شرارتوں کے تو نے میری چشم پوشی کی۔ اور باوجود میرے دور جانے کے تو میرے قریب ہوا۔ میں تیرے نام سے غافل تھا تو نے مجھے یاد رکھا۔ ان موقعوں پر جہاں والدین اور عزیز و اقرباء اور دوست وغمگسار مدد سے قاصر ہوتے ہیں، تو نے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھایا اور میری مدد کی۔ میں غمگین ہوا تو تو نے مجھے خوش کیا۔ میں افسردہ دل ہوا تو تو نے مجھے شگفتہ کیا۔ میں رویا تو تو نے مجھے ہنسایا۔ کوئی ہوگا جو فراق میں تڑپتا ہو۔ مجھے تو تو نے خود ہی چہرہ دکھایا۔ تو نے مجھ سے وعدے کئے اور پورے کئے۔ اور کبھی نہیں ہوا کہ تجھ سے اپنے اقراروں کے پورا کرنے میں کوتاہی ہوتی ہو۔ میں نے بھی تجھ سے وعدے کئے اور توڑے۔ مگر تو نے اس کا کچھ خیال نہیں کیا۔ میں نہیں دیکھتا کہ مجھ سے زیادہ گنہگار کوئی اور بھی ہو۔ اور میں نہیں جانتا کہ مجھ سے زیادہ مہربان تو کسی اور گنہگار پر بھی ہو۔ تیرے جیسا شفیق وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتا۔ جب میں تیرے حضور

میں آکر گڑ گڑایا اور زاری کی، تونے میری آواز سنی اور قبول کی۔ میں نہیں جانتا کہ تونے میری اضطرار کی دعا رد کی ہو۔ پس اے میرے خدا! میں نہایت درد دل سے اور سچی تڑپ کے ساتھ تیرے حضور میں گرتا اور سجدہ کرتا ہوں، اور عرض کرتا ہوں کہ میری دعا کو سن اور میری پکار کو پہنچ۔ اے میرے قدوس خدا! میری قوم ہلاک ہو رہی ہے۔ اسے ہلاکت سے بچا۔ اگر وہ احمدی کہلاتے ہیں تو مجھے ان سے کیا تعلق۔ جب تک ان کے دل اور سینے صاف نہ ہوں اور وہ تیری محبت میں سرشار نہ ہوں، مجھے ان سے کیا غرض! سو اے میرے رب! اپنی صفات رحمانیت اور رحیمیت کو جوش میں لا۔ اور ان کو پاک کردے۔ صحابہ کا سا جوش و خروش ان میں پیدا ہو۔ اور وہ تیرے دین کے لئے بیقرار ہو جائیں۔ ان کے اعمال ان کے اقوال سے زیادہ عمدہ اور صاف ہوں۔ وہ تیرے پیارے چہرہ پر قربان ہوں اور نبی کریم ﷺ پر فدا۔ تیرے مسیح کی دعائیں ان کے حق میں قبول ہوں اور اس کی پاک اور سچی تعلیم ان کے دلوں میں گھر کر جائے۔ اے میرے خدا میری قوم کو تمام ابتلاؤں اور دکھوں سے بچا۔ اور قسم قسم کی مصیبتوں سے انہیں محفوظ رکھ۔ ان میں بڑے بڑے بزرگ پیدا کر۔ یہ ایک قوم ہو جائے جو تونے پسند کر لی ہو۔ اور یہ ایک گروہ ہو جس کو تو۔۔۔۔۔۔ اپنے لئے مخصوص کر لے۔ شیطان کے تسلط سے محفوظ رہیں۔ اور ہمیشہ ملائکہ کا نزول ان پر ہوتا رہے۔ اس قوم کو دین و دنیا میں مبارک کر۔ مبارک کر۔ آمین ثم آمین۔ یارب العالمین۔"

(سوانح فضل عمر صفحہ 309-311)

(وقاص بن رئیس۔ درجہ سادسہ)